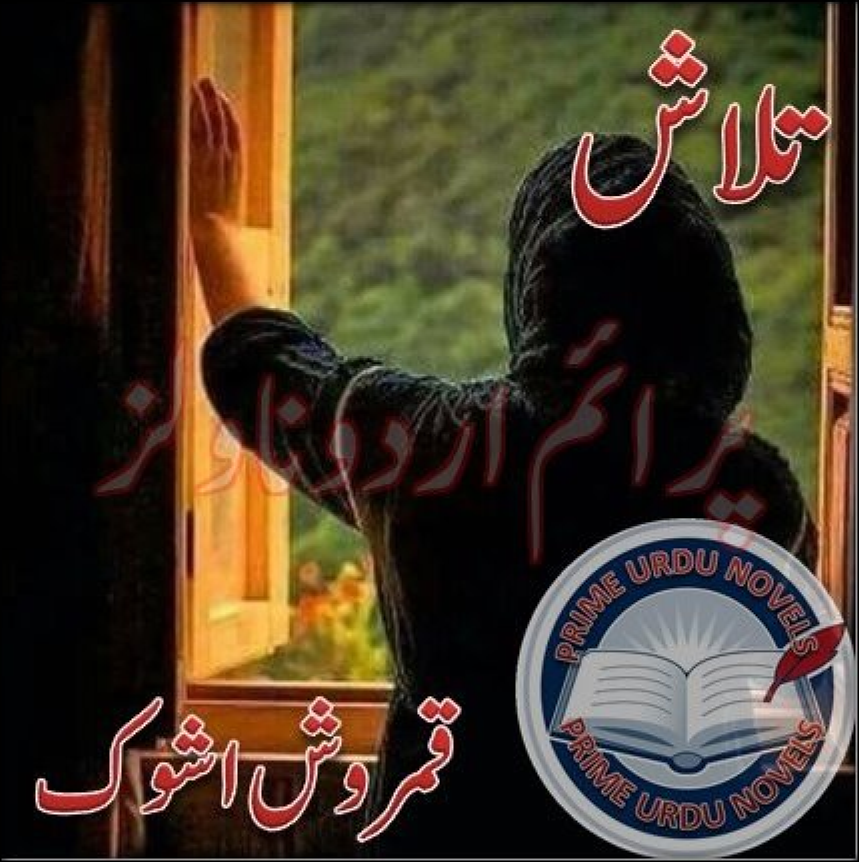

تلاش
پرائم اردو ناولز
PRIME URDU NOVELS
PRIME URDU NOVELS
قمروش اشوک

قمروش اشوک

تلاش

صاف وشفاف لمبی سڑک پر دھول اڑاتی دھواں چھوڑتی سرمئی پجیرو تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی کہ اچانک جھٹکے سے رکی، ملک رحبان شاہ جو پیچھے کی سیٹ پر اطمینان وسکون سے بیٹھا اخبار میں لکھی سرخیاں پڑھنے میں مگن تھا اس جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ کر گود میں آگرا جسے ایک نظر دیکھنے کے بعد وہ اپنے آگے بیٹھے دونوں گارڈز کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ دونوں بھی اس افتاد کے لیے تیار نہ تھے اس لیے ان میں سے ایک نے گھبرا کر پہلے ملک رحبان شاہ کو دیکھا پھر گاڑی سے نیچے اترا اور پوری طرح معائنہ کرنے کے بعد پیچھے کی سائیڈ

مکمل ناول

سے گھوم کر ملک رحبان شاہ کی کھڑکی کی جانب آکھڑا ہوا۔

''چھوٹے ملک گاڑی کے پیچھے کا ایک ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔'' نیلی وردی میں کندھے پر بندوق لٹکی وہ سیدھا مودب کھڑا گارڈ بولا۔

''او کے۔'' ملک رحبان شاہ پجیرو سے نیچے اترا اور گاڑی سے تھوڑا دور ہٹ کر اپنے خوب صورت گاؤں کے سرسبز وشاداب منظر دیکھنے لگا۔ ''یہاں کی ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار فضاؤں کو اپنے نتھنوں کے ذریعے سانسوں کو معطر کرنے لگا۔ اچانک اس کے کانوں میں کسی سر کسی ساز کی دھن سنائی دی۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ تھوڑی دور پگڈنڈی کے پاس تین لڑکیاں کھڑی تھیں۔ ان ہی میں سے وہ لڑکی سب سے نمایاں ودلفریب تھی۔ سفید شلوار پر لائٹ پنک سادی قمیص میں دوپٹے کو اپنے سراپے کے گرد لپیٹے وہ لڑکی ملک رحبان شاہ کے دل کے تاروں کو اچانک ہی چھیڑ گئی۔ میدے جیسی رنگت جس پر اس کے رخسار سرخ ٹماٹر کی مانند لگ رہے تھے۔ ملک رحبان شاہ ملک ملک قریہ قریہ گھوما تھا لیکن اتنا مکمل حسن اس نے آج پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ اس کا واسطہ کبھی حسین لڑکیوں سے نہ پڑا ہو، ایک سے ایک حسین، ایک سے ایک بولڈ وماڈرن لڑکی سے اس کی دوستی رہی ہے لیکن ان میں سے کبھی کسی نے اس کے دل کو متاثر نہ کیا اسکا دل کبھی اس طرح نہ دھڑکا۔ نا جانے آج اس وقت اسے ایسا کیوں لگا کہ اس کا دل اس ہوشربا کی جانب جھکتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی نامانوس سی خوشبو اسے اپنے گھیرے میں لے رہی ہے۔ اسے لگا اس کی تلاش ختم ہو گئی ہے اس کا سفر سہل ہو گیا ہے۔ ملک رحبان شاہ جیسے مضبوط شخص کے قدم انجانے میں اس کی جانب بڑھنے لگے جو اپنی ہنسی کی جھنکار سے اسے اپنی طرف کھینچ رہی

تھی۔

"چھوٹے ملک آپ کے پنکچر ٹھیک کر دیا ہے۔" گارڈ کی مؤدبانہ آواز نے ملک رحبان شاہ کا تسلسل توڑ دیا۔ اس کے اٹھتے قدم تھم گئے۔ اس نے پہلے اس گارڈ کو دیکھا اور پھر اس اپسرا کو۔

"ہائے ربا، روشنی وہ دیکھ ہمیں کیسے گھور گھور کر دیکھے ہے۔" سلمٰی کی نظر اچانک وہاں اٹھی تھی اس کے بولنے پر ساتھ کھڑی روشنی اور صالحہ نے بھی وہیں دیکھا۔

"لگتا ہے لڑکیاں پہلی بار دیکھے ہے۔" سلمٰی نے سامنے کھڑے وائٹ لٹھے کے کلف لگے سوٹ میں ملبوس کندھے پر ڈلی براؤن مردانہ شال رکھے وہ اس شخص کو گھورنے لگی۔

"ابھی جا کر بتاتی ہوں میں اسے۔" وہ آگے بڑھنے لگی تھی کہ روشنی نے اس کی لڑاکا فطرت دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کے روکا۔

"پاگل ہوئی ہو کیا۔ ہمیں تو یہ کوئی اور ہی معلوم ہوتے ہیں۔" روشنی نے گھبرا کر پہلے ملک رحبان شاہ کو دیکھا اور پھر سلمٰی کا ہاتھ کھینچتی ہوئی وہاں سے لے گئی۔

"ارے ہاں یاد آیا یہ تو اپنے چھوٹے ملک رحبان شاہ تھے۔" صالحہ جو اسے دیکھنے کے بعد کافی دیر سے اسے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی اچانک چلتے چلتے بولی۔

"کیا......!" سلمٰی کو زبردست دھچکا لگا۔

"ہاں کیونکہ یہ سال میں ایک دفعہ آتے ہیں گاؤں۔ پچھلے سال جب یہ آئے تھے ناں تو اتفاق سے میں حویلی ہی میں تھی جب دیکھا تھا میں نے انہیں اور تجھے تو معلوم ہے میں جس شخص کو ایک بار دیکھ لوں پھر وہ میرے دماغ سے نکلتا نہیں ہے۔" اس کا انداز فخریہ تھا۔

"اچھا ہوا روشنی تو نے مجھے روک لیا ورنہ میرے منہ سے نامعلوم کیا اناپ شناپ نکل جاتا۔" سلمٰی نے تشکرانہ انداز میں کہا۔

"بہت ہی زیادہ اچھا ہوا جو روشنی نے تجھے روک لیا ورنہ وہ تو تیرا وہ حشر کرتے کے تو اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے ڈوبتی۔" صالحہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا وہ بہت ظالم ہیں؟" روشنی نے پوچھا۔

"ارے ایسے ویسے۔ یہ وڈیرے لوگ جو ہوتے ہیں ناں اپنی عزت پر تہمت برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک بہو تک کو زندہ جلا کر مار دیا ہے۔"

"ہائے ربا......" روشنی نے اپنا دایاں ہاتھ سینے پر دھرا۔ "صالحہ تم تو ہمیں ڈرا رہی ہو۔" اس کی بات پر روشنی نے جھرجھری سی لی۔

"میری معصوم نواب تو تو زیادہ تر اپنے گھر میں ہی گھسی رہتی ہے تجھے کیا معلوم کہ حویلی میں کیا کچھ نہیں

ہوتا۔ اسی لیے کہتی ہوں میرے ساتھ روزانہ تو بھی حویلی چلا کر۔"

"نہ بابانہ...... ہم تو نہ جائیں وہاں۔ ویسے بھی ہمیں خرم نے سختی سے منع کر رکھا ہے۔ ہم حویلی کے آس پاس بھی نہ نظر آئیں۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"خرم کا بس چلے ناں تو وہ تجھے ہم سے بھی نہ ملنے دے۔" صالحہ بولی۔ "بس ساری زندگی اپنے سامنے تجھے بٹھا کر دیکھتا رہے۔"

"جی نہیں اب ایسی بات بھی نہیں۔" وہ جھینپ گئی۔

"اچھا تو پھر کیسی بات ہے جی۔" سلمٰی نے شرارت سے پہلے صالحہ کو دیکھ کر ایک آنکھ دبائی پھر اس سے بولی۔

"اس سے پہلے کہ تم دونوں اپنی شریر باتوں سے ہمیں تنگ کرو ہم تو چلے گھر۔" وہ سمجھ گئی اس لیے صالحہ کو سلمٰی پر دھکا دے کر بھاگ لی اور حویلی کی باتیں خرم کے ذکر پر بہت دور پیچھے رہ گئیں۔

☆☆☆

کروٹیں بدل بدل کر وہ تھک گیا تھا۔ بار بار اس کا معصوم چہرہ نگاہوں میں گھوم رہا تھا۔ آخر کار وہ اٹھ بیٹھا تنگ آ کر اس نے اپنی مٹھی میں سر کے بالوں کو زور سے جکڑا لیکن پھر بھی کوئی سکون نہ تھا دل مزید بے چین ہو گیا۔ وہ گھبرا کر کھڑا ہوا، روم فریج سے پانی کی یخ ٹھنڈی بوتل نکال کر اپنے ہونٹوں سے لگائی۔ اس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ ایک گھنٹے تک ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ تھک ہار کر وہ کھڑکی کے قریب آ کھڑا ہوا جہاں سے چودھویں کا چاند آج اپنی چاندنی سمیت بھرپور آب و تاب سے جگمگا رہا تھا۔ اس کی نظریں چاند پر ٹھہری گئیں۔ ملک رہبان شاہ رات کے تیسرے پہر اگر اسے کوئی اس وقت ایسے کسی کی یاد میں رتجگا کرتا دیکھ لیتا تو یقیناً پاگلوں کی فہرست میں شمار کرتا ملک رہبان شاہ وہ بھی محبت...... بقول اس کے دوستوں کے تم محبت کے بالکل متضاد ہو۔ یہ نرم، خوبصورت سوفٹ سا جذبہ ملک رہبان شاہ جیسے بندے کے لیے بالکل نہیں ہے۔

وہ چاند دیکھ کر مسکرا دیا جیسے وہ چاند نہیں بلکہ وہ پری رو ہو جسے وہ سوچے چلا جا رہا تھا۔

☆☆☆

"روشنی میں ذرا حمیدن کو یہ قمیص دینے جا رہی ہوں جب تک تو روٹی ڈال لے۔" فاطمہ بیگم نے ہاتھ میں پکڑی نیلی قمیص طے کی۔

"اچھا اماں۔" وہ فرمانبرداری سے کہتی ہوئی کھڑی ہوئی اور آ کر چولھے کے پاس آ بیٹھی۔

روشنی فاطمہ بیگم کی اکلوتی بیٹی تھی۔ باپ کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا مگر فاطمہ بیگم نے دوسری شادی نہ کی بلکہ ادھر ادھر کے گھروں، گاؤں اور کچھ حویلی کے مالکیوں کے کپڑے سی دیا کرتی تھیں جس سے ان کے گھر کا خرچہ پانی چلتا تھا۔ روشنی نے صرف میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی آگے ان کے حالات نے اس کا ساتھ نہ دیا۔

اس لیے ادھوری تعلیم چھوڑ کر وہ گھر ہی میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ روشنی ایک حسین لڑکی تھی لیکن اسے اپنی خوبصورتی کی رتی برابر پرواہ نہ تھی۔ فاطمہ بیگم اکثر اسے دیکھ کر ڈر جایا کرتی تھیں کہ اس کا یہ حسن اس کے لیے جان کا وبال نہ بن جائے اس لیے انہوں نے اپنی منہ بولی بہن کے بیٹے خرم سے اس کی منگنی چھوٹی عمر میں ہی کر دی تھی اور اب جلد از جلد اسے خرم کے سپرد کر کے سکون کی سانس لینا چاہتی تھیں۔

وہ روٹی پکانے میں اتنی مگن تھی کہ یہ بھی نہ دیکھ سکی کہ کب خرم آیا اور اس کے سائیڈ میں کھڑا ہوا بڑی پیار بھری نظروں سے تک رہا ہے۔ لکڑی میں جلتی آگ کے شعلے اسکے میدے جیسی رنگت پر پڑ کر ایک الگ ہی منظر پیش کر رہے تھے۔ روشنی کو اچانک کسی کے ہونے کا احساس ہوا۔ اس لیے اس نے توے پر روٹی ڈالنے کے بعد ادھر نگاہ اٹھائی۔ وہ کھڑا آنکھوں میں محبت کی شمعیں جلائے اسے چاہت بھری نگاہوں سے تک رہا تھا۔ روشنی چونک گئی۔

''تم......'' اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ اپنی روٹی کی طرف دوبارہ متوجہ ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگی جبکہ خرم اس کی اس ادا سے محظوظ ہوتا ہوا اس کے سامنے رکھے پیڑے پر بیٹھ گیا۔

''میں نے سوچا اتنے دن ہو گئے تجھے دیکھے سو چال آؤں، دیکھ آؤں میرے آنگن کی روشنی کا کیا حال ہے۔ کیسی ہے تو......؟'' خرم نے پیار سے دریافت کیا۔

''ہاں ٹھیک ہیں۔'' وہ روٹی بیلتے ہوئے بولی۔ ''تم روٹی کھاؤ گے؟'' اس نے روٹی توے پر ڈالی پھر اس سے بولی۔ وہ اس کی طرف دیکھنے سے یکسر گریز برت رہی تھی۔

''ہاں بھی کیوں نہیں، کافی دن ہو گئے تیرے ہاتھ کا کچھ کھائے ہوئے۔''

''اچھا تم وہاں چارپائی پر آرام سے بیٹھو ہم تمہیں دو منٹ میں دیسی گھی کا پراٹھا بنا دیتے ہیں۔'' اس نے جلدی سے ایک اور آٹے کا پیڑ ابنایا۔

''نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔'' وہ اس کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہونے لگا۔

''ارے روشنی یہ دروازہ کیوں کھلا......ارے خرم کیسا ہے بیٹا تو......'' فاطمہ بیگم خرم کو دیکھ کر خوش ہوئیں۔

''سلام خالہ......''

''وعلیکم جیتا رہ۔ یہ بتا اتنے دنوں پر کیوں آیا ہے۔'' سلام کا جواب دینے کے بعد فوراً شکوہ بھی کر ڈالا۔

''اصل میں خالہ میں رابعہ سے ملنے گاؤں گیا تھا اس لیے آ نہ سکا۔'' وہ وہاں سے اٹھ کر چارپائی پر فاطمہ بیگم کے برابر میں آ بیٹھا اور وہاں روشنی نے شکر ادا کیا۔

''ارے ہاں یاد آیا، رابعہ کی نند کی کل مہندی ہے، یہ روشنی بہت ضد کر رہی ہے میں بھی جاؤں گی لیکن میں منع کر رہی ہوں اب تو ہی بتا اتنی رات ہو جائے گی آنے میں۔ خرم تو ہی منع کر اسے کہ مہندی میں نہ جائے ہم مل کر برات میں چلے چلیں گے لیکن یہ لڑکی میری ایک نہیں سن رہی۔'' فاطمہ بیگم نے خرم سے اس کی شکایت کی۔

''ماں یہ کیا بات ہوئی، آخر کو سلمیٰ اور صالحہ بھی تو جا رہی ہیں ناں۔ ہم بھی جائیں گے۔'' اس نے خرم کے

آگے میز کھینچ کر اس پر پراٹھا اور اچار کی پلیٹ رکھی۔ اس کی آنکھوں کی معصومیت دیکھتے ہوئے خرم دھیرے سے مسکرا دیا۔ اس نے خود اپنے ساتھ اسے لے جانے کی ہامی بھری آخر کو روشنی اس کی اہم ذمے داری تھی۔

☆☆☆

"رھبان پتر کہیں جا رہے ہو کیا؟" عابدہ بیگم اس کے کمرے میں آئیں۔ مسٹرڈ کلف شدہ بغیر شکن کا شلوار کرتا، پیروں میں پشاوری سینڈل کندھے پہ رکھی بلیک مردانہ شال آئینہ کے سامنے کھڑا اپنے بلیک چمکتے بالوں کو سیٹ کر رہا تھا۔ اس کا جائزہ لینے کے بعد عابدہ بیگم بولیں تھیں۔

"جی اماں جان......" بال سنوارنے کے بعد وہ اپنے اوپر پرفیوم اسپرے کرنے لگا۔ "کوئی کام تھا کیا آپ کو؟" وہ ان کی طرف گھوما۔

"ہاں کام تو تھا لیکن کوئی گل نہیں تم پہلے اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ پھر تم سے کہہ دوں گی۔" وہ واپس جانے کو مڑیں جب ہی ملک رھبان شاہ نے پکارا۔

"نہیں اماں جان آپ کہیے، میرے لیے آپ سے ضروری کوئی کام نہیں ہو سکتا۔" وہ انہیں اپنے ساتھ صوفے تک لے آیا۔ اسے اپنے باپ سے زیادہ اپنی ماں سے پیار تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ وہ زیادہ تر اپنے باپ کے پاس لندن میں رہا ہے۔

"پتر میں چاہتی ہوں کہ تم اب کے حرا کو بھی اپنے ساتھ باہر لے جاؤ۔ وہاں اس کا علاج کراؤ۔ وہ خود سے تو نہیں مان رہی لیکن جب تم اسے اپنی ذمے داری بنا کے لے کر جاؤ گے تو وہ یقیناً مان جائے گی۔" عابدہ بیگم نے اپنی بات کہنے کے بعد اس کا چہرہ جانچا، جہاں نہ سمجھ میں آنے والے سوالات تھے۔

"اتنی سی بات......اوکے میں لے جاؤں گا۔" وہ مسکرا کے انہیں دیکھنے لگا۔

"تو پھر شادی کی تیاری کریں؟" اس کی بات پر وہ کھل سی گئیں۔

"لیکن اماں جان میں اسے ایسے ہی لے جاؤں گا۔" وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

"نہیں ایسے کیسے، آخر کو وہ تمہاری منگ ہے۔ بس میں نے کہہ دیا میں اسی مہینے تم دونوں کی شادی کر رہی ہوں۔" عابدہ بیگم اس کی کچھ سنے بغیر اٹھ کر چلی گئیں اور وہ انہیں پیچھے سے پکارتا رہ گیا۔ غصے میں اس نے اپنی ہتھیلی پر دوسری ہتھیلی کا مکا بنا کر مارا۔

☆☆☆

ملک اسفندیار شاہ اور ملک رضوان شاہ دو ہی بھائی تھے۔ اسفندیار کی شادی ان کی بچپن کی منگیتر عابدہ سے کر دی گئی جس کے لیے وہ قطعی طور راضی نہ تھے۔ اس لیے وہ گاؤں کی ساری زمینیں چھوڑ چھاڑ کر لندن سدھار گئے اور وہیں اپنا بزنس سیٹ کر لیا لیکن سال دو سال میں ایک دفعہ پاکستان کا چکر ضرور لگاتے تھے۔ لندن میں ان کا بزنس وہ اور ان کا چھوٹا بیٹا ملک رھبان شاہ سنبھالتے تھے اور گاؤں کی زمینیں ان کے دونوں بڑے بیٹے

ملک نیاز شاہ اور ملک شہباز شاہ کی نگرانی میں تھیں۔ ملک رضوان شاہ کی دو بیٹیاں تھیں اقراء شاہ جو کہ ملک نیاز شاہ کی بیوی تھی اور دوسری حرا شاہ جس کی منگنی بہت بچپن میں ہی ملک رہبان شاہ سے کر دی گئی تھی۔ جبکہ ملک شہباز شاہ کی شادی عابدہ بیگم نے اپنی بہن کی بیٹی رابیل سے کی تھی۔ عابدہ بیگم کو ملک رہبان شاہ پہ شک گزرا کہ کہیں وہ حرا سے شادی کرنے سے انکار نہ کر دے۔ آخر کو لندن میں رہا ہے انہیں اس کے ساتھ ساتھ حرا کی بھی فکر لاحق تھی۔ اسے اچانک ٹی بی جیسی خطرناک بیماری نے آگھیرا تھا۔ کافی علاج کروایا تھا اور اب تک کرایا جا رہا تھا لیکن کوئی افاقہ نہ ہو پا رہا تھا اس لیے انہوں نے سوچا تھا کہ جلد از جلد اس کی شادی ملک رہبان شاہ کے ساتھ کر کے لندن بھجوا دیں وہ وہاں کسی بڑے ڈاکٹر سے اس کا علاج کروائے اور اب وہ ملک رہبان شاہ کی کچھ سنے بغیر اس کی شادی کی تیاری میں مگن ہو گئیں۔

میں نے تمہاری گھا گھر سے کبھی پانی پیا تھا وہ دن یاد ہے مجھے
سن لے ذرا گوری تو شرما کے تھوڑا سا بل کھائی تھی وہ دن یاد ہے مجھے

دولہا اور دلہن کے گھر والوں کی طرف سے ساری لڑکیاں بڑی خوبصورتی و مہارت سے اس گانے پر ڈانڈیاں ڈال رہی تھیں۔

"چھوٹے ملک......" اس نے اپنے گھر کے پاس ملک رہبان شاہ کی گرے پجیرو رکتی دیکھی تو وہاں بھاگا چلا آیا۔ "چھوٹے ملک آپ یہاں......" وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

"ہاں بھائی ہمیں ان سے پتا چلا کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے تو سوچا ذرا مل آئیں تم سے۔" اپنے پیچھے کھڑے دونوں گارڈز کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ دھرا۔

"جی چھوٹے ملک!" اس نے شرمانے کے انداز میں منہ نیچے کر لیا۔

"بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔ یہ لو رکھو اس خوشی میں۔" انہوں نے زبردستی اس کے ہاتھ میں ہزار ہزار کے کچھ نوٹ رکھے۔

"آپ اندر آئیے ناں چھوٹے ملک۔" اس کے بہت اصرار پر وہ اندر چلا آیا اسے دیکھ کر سب ہی مودب ہو کر بیٹھ گئے۔ ملک رہبان شاہ کے لیے اسد جلدی سے اندر سے ایک کرسی لے آیا۔ اسے صاف کی اور وہ وہاں بیٹھ گیا۔ اندر کا منظر اسے صاف نظر آ رہا تھا جہاں ساری لڑکیاں ڈانڈیاں ڈال رہی تھیں۔ ملک رہبان شاہ کا تھوڑی دیر بعد اٹھ جانے کا ارادہ تھا ہی کہ سامنے اس کی نظر اس اپسرا پر پڑی جس نے ملک رہبان شاہ کی دن کا چین رات کی نیندیں حرام کر ڈالی تھیں۔ سلک کا پیرٹ اینڈ یلو چولی گھاگرہ پہنے دونوں کلائیوں میں فل میچنگ کی چوڑیاں، بالوں کی خوبصورتی سے کندھی چوٹی جس میں موتیوں کے گجرے پیروئے ہوئے تھے ہاتھوں میں پکڑی ڈانڈیاں وہ مستی ہوئی ڈال رہی تھی جو کہ ملک رہبان کا وہ رہا سہا سکون بھی لے اڑی وہ یک ٹک دیکھنے میں اسے مگن رہا۔

گانے کے اختتام پر ساری لڑکیاں تھک کر بیٹھ گئیں وہ سب ہنس ہنس کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں جب ہی روشنی کی نظر اپنے سامنے شاہانہ انداز میں بیٹھے اس شخص پر پڑیں جو اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔اس کی گھورتی ہوئی نظروں سے وہ پزل ہونے لگی۔صالحہ اور سلمٰی کو دیکھا، وہ دونوں اپنی باتوں میں مگن تھیں روشنی جلدی سے وہاں سے کھڑی ہوئی اور ان کے پاس آ کر چلنے کی ضد کرنے لگی۔لیکن ان دونوں نے اسے دھوکہ دے دیا کہ آج رات وہ یہیں رہیں گی اور اسے بھی کہا تم بھی یہیں رک جاؤ۔جس پر اس نے صاف انکار کر دیا۔ماں انتظار کر رہی ہوگی۔اتنے میں وہاں خرم چلا آیا۔وہ تینوں اسی کے ساتھ آئی تھیں خرم نے انہیں چلنے کو کہا جس پر روشنی ان دونوں کو گھورتی ہوئی اس کے ساتھ ہولی۔وہ دونوں گھر سے ایک ساتھ باہر نکلے، سامنے سرمئی ہیرو کے پاس ملک رہبان شاہ اس کے دونوں گارڈز اور اسد کھڑے تھے۔ملک رہبان شاہ کی نظریں پھر اسی مکمل حسن کے پیکر پر ٹھہر گئیں جس نے اب خود کو بلیک چادر سے پورا ڈھانپ رکھا تھا۔

"اچھا اسد اب اجازت دے۔" خرم ان کو دیکھتے ہی وہیں چلا آیا تھا۔

"ارے یار اتنی رات ہو گئی ہے میں تو کہتا ہوں یہیں رک جاؤ آج۔" اسد بولا جس پر خرم نے منع کر دیا۔

"تو تم ایک کام کرو خرم ہم بھی گاؤں جا رہے ہیں تم ہمارے ساتھ چلو۔" ملک رہبان شاہ نے اسے اپنے ساتھ چلنے کی پیشکش کی۔

"نہیں چھوٹے ملک میں......" ملک رہبان شاہ نے اس کی بات کاٹی۔

"بھئی تم ہمارے دوستوں میں شمار ہوتے ہو اور ہم اپنے دوستوں کو پریشانی میں کیسے دیکھ سکتے ہیں۔"

"یہ تو آپ کا بڑا پن ہے ملک صاحب جو آپ مجھے اپنا دوست سمجھتے ہیں۔" وہ مسکرا کے گویا ہوا۔

"تو پھر ہمارے ساتھ چلو۔" روشنی منع کرنا چاہتی تھی کیونکہ ملک رہبان شاہ کی بولتی نگاہوں سے ڈر لگنے لگا تھا جو کب سے اسی کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں۔اس نے بے بسی سے صرف خرم کو دیکھنے پر ہی اکتفا کیا۔

آگے فرنٹ سیٹ پر اس نے خرم کو بٹھایا، روشنی کو اس نے ہیرو میں پیچھے کی سیٹ پر اکیلے بٹھایا اسے خرم کے ساتھ بلکہ کسی کے ساتھ بھی ایک ساتھ کھڑا ہونا ناگوار ہی گزرتا۔اپنے دونوں گارڈز اس نے اس کے گھر چھوڑ دیئے اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔آگے ویو مرر اس نے روشنی پر فوکس کر دیا۔روشنی کافی دیر سے نوٹ کر رہی تھی ملک رہبان شاہ باتیں تو خرم سے کر رہا ہے لیکن دیکھ اسی کو رہا ہے۔گھبراہٹ میں اس کے ماتھے پر ننھے ننھے سے چمکتے موتی ابھرنے لگے۔وہ اپنے دل میں جتنی بھی اسے آیات یاد تھیں پڑھتی چلی گئی۔

اسے رات کی تنہائی سے زیادہ ملک رہبان شاہ کا خوف لگ رہا تھا۔وہ تقریباً دروازے سے بالکل چپکی بیٹھی تھی، اپنے دونوں ہاتھوں کو اس نے بلیک چادر کے اندر چھپا رکھا تھا۔آخر کو اللہ اللہ کر کے ان کا گاؤں آیا اور خرم کے گھر کے کچھ فاصلے پر ان کی ہیرو رکی۔روشنی نے جلدی سے ڈور کھولا اور نیچے اتر گئی۔وہ اب دوبارہ ملک رہبان شاہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔اسے اس بات کا اندازہ تھا کہ وہ اسی کو دیکھ رہا ہے۔خرم چونکہ ملک رہبان شاہ کی

حویلی کا نوکر تھا اس لیے وہ اس کے سامنے نیچی نظر کیے مؤدب انداز میں بات کر رہا تھا۔ اس لیے وہ اس کا گھورنا نوٹ ہی نہ کر سکا۔ روشنی اپنے گھر خیر و عافیت سے پہنچ کر سکون کے سانس لینے لگی اور نہانے کے بعد سب سے پہلے شکرانہ نفل ادا کرنے لگی اور توبہ کر لی کہ اب وہ ماں کی بات کبھی نہیں ٹالے گی کبھی بھی گھر سے دور اماں کے بغیر کہیں نہیں جائے گی۔

وہاں وہ اپنے بڑے وکشادہ کمرے میں جہازی سائز بیڈ پر تکیے کے سہارے نیم دراز لیٹا سگریٹ کے کش لگانے کے ساتھ ساتھ اسی ہوشربا کے سراپے میں گم تھا۔ بار بار اس کی آنکھوں میں اس کا زرد چہرہ گھوم رہا تھا جب وہ سرمئی پجیرو میں بالکل اس کی سیٹ کے پیچھے سمٹی سمائی سی بیٹھی گھبرا رہی تھی ملک رہبان شاہ کی نگاہیں ونڈ اسکرین کے ساتھ ساتھ اس پر بھی تھیں تو اس کی سماعت اپنے پیچھے بیٹھی اس پر لگی تھیں۔ وہ بآسانی اس کی لمبی لمبی سانسیں اور دھڑکن کی رفتار سن رہا تھا جس سے ملک رہبان شاہ کے عنابی لبوں پر بھرپور مسکراہٹ رنگ گئی۔ نا جانے اس وقت کیوں وہ اس کے قرب کا تمنائی ہو چلا۔ وہ اپنی تلاش کو حاصل کرنا چاہتا تھا جو کہ اس وقت ناممکنات میں تھا۔ ملک رہبان شاہ کی بے قراریوں میں آج مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کی روح و جسم میں بے بے چینیاں سی ہو رہی تھیں۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ باقی کا بچا سگریٹ اس نے کرسٹل ایش ٹرے میں بری طرح مسل ڈالا اور یہ رات بھی اس نے ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے گزار دی۔

☆☆☆

وہ ہال والے کمرے میں صوفے پر بیٹھا میگزین پڑھ رہا تھا جب ہی اقراء بھابھی اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

"رہبان......!" انہوں نے دھیمے سے پکارا جس پر اس نے میگزین سے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"جی بھابھی......"

"رہبان میں اور حرا کراچی شاپنگ کے لیے جا رہے ہیں تم ہمارے ساتھ چلو۔" وہ مسکرا کے گویا ہوئیں۔

"بھابھی تو آپ نیاز بھیا یا شہباز بھیا میں سے کسی کے ساتھ چلے جائیں۔" اس نے خلوص سے مشورہ دیا۔

"جی نہیں ان دونوں میں کوئی نہیں صرف تم۔" انہوں نے انگشتِ شہادت سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

"صرف میں......" اس نے بھی چونک کر اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اپنے سینے پہ دھرا۔

"جی جناب صرف آپ بدولت، آخر کو دولھا صاحب ہیں تو شاپنگ بھی ساری آپ کی پسند کی ہونی چاہیے۔" وہ آج کچھ زیادہ شوخ ہو رہی تھیں۔ ملک رہبان شاہ شاک میں ہی رہ گیا۔

"کہاں گم ہو بھئی واپس آ جاؤ ابھی تمہیں کچھ نہ کہا جائے گا۔" انہوں نے اس کے چہرے کے آگے ہاتھ لہرایا۔ ملک رہبان نے انہیں ایک نظر دیکھا اور پھر ہال کے دروازے سے نکلتا چلا گیا۔ اقراء بھابھی اس کی یہ ادا بالکل بھی نہ سمجھ سکیں۔

وہ حویلی سے نکل کر پیدل ہی چلنے لگا۔ ''میں تو بالکل ہی بھول چکا تھا اس بات کو جو آج اقراء بھابھی نے یاد دلائی تھی۔ وہ کیسے یہ شادی کر سکتا تھا جس کے بارے میں اس نے کبھی اس انداز سے سوچا تک نہ تھا، وہ کیسے اس کے دل تک رسائی پا سکتی تھی۔ ''میں کیسے اپنے تمام لطیف سے جذبات اس کے نام کر سکتا تھا، کیسے...... نو، نیور...... یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ او گاڈ...... میں کیا کروں۔ اماں جان کو کیا کہوں، جبکہ وہ میری کوئی بات سننے تک کو تیار نہ ہوں گی۔'' وہ سیدھا چلتا چلا جا رہا تھا۔ بادامی کرتے کی جیب سے اس نے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور لائٹر سے اس کو ایک شعلہ سا لگایا۔ وہ بھی تو اندر تک اسی شعلے کی طرح سلگ رہا تھا اچانک چلتے چلتے اس کی نظر مٹکے میں نہر سے پانی بھرتی وہی دشمن جاں نظر آئی۔ ملک رحمان شاہ کے قدم وہیں تھم گئے۔ روشنی نے مٹکے کو بھر کر اپنی مرمری کمر پر ٹکایا اور پیچھے کی جانب مڑی، اسے دیکھتے پا کر اس کے اوسان خطا ہونے لگے اور اسی چکر میں اس کے ہاتھ سے پانی سے آدھا بھرا مٹکا نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک بے بس سی نظر مٹکے کو دیکھا اور پھر اسے جس نے سگریٹ کو اپنے لبوں سے نکال کر اپنی پشاوری سینڈل کے نیچے مسل ڈالی اور اب آہستہ آہستہ بے خودی میں قدم خود بخود اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ روشنی اس کا اس عمل کو دیکھتا پا کر اپنے قدموں کو پیچھے کی جانب کرنے لگی۔ یہاں تک پیچھے کھڑے چوڑے تناور درخت سے جا ٹکرائی۔ اس کی عجیب حالت ہونے لگی، دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھ کر اسے دبوچتا وہ چیخ کر بھاگنے لگی اور پھولی سانسوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ دروازے کو جلدی سے بند کیا اور کنڈا چڑھایا اور اب اپنے سینے پر ہاتھ رکھے اپنی سانسوں پر قابو پانے لگی۔ فاطمہ بیگم عصر کی نماز ادا کر رہی تھیں جس پر اس نے شکر ادا کیا ورنہ وہ اپنی اس حالت کا کیا جواز پیش کرتی۔

☆☆☆

''ہو......'' روشنی چارپائی پہ بیٹھی اپنی قمیص کاڑھ رہی تھی جب ہی صالحہ اور سلمیٰ نے اسے پیچھے سے آ کر ڈرایا اور اسی ڈر کی زد میں آ کر اس کے ہاتھ سے فریم چھوٹ گیا اور اب اپنے سینے پر ہاتھ رکھے اپنے زور سے دھڑکتے دل کو قابو کرنے لگی جبکہ وہ دونوں اس کی حالت سے لطف اٹھا رہی تھیں اور منہ پر ہاتھ رکھے ہنس رہی تھیں۔

''تم دونوں بہت بدتمیز ہو۔'' روشنی نے صالحہ کو ایک مکا مارا۔

''تو پوری ہی جھلی ہے پاگل کہیں کی۔'' سلمیٰ نے اس کے ماتھے پر ہلکی سی چپت لگائی۔ ''اچھا سن گاؤں میں میلہ لگا ہے تجھے ہم لینے آئیں ہیں چل جلدی سے تیار ہو جا۔''

''جی نہیں ہم تم دونوں کے ساتھ کہیں نہیں جائیں گے۔'' اس نے صاف انکار کیا۔

''ہائے وہ کیوں؟'' صالحہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

''اس لیے کہ تم دونوں نے صبا کی مہندی میں دھوکہ دیا تھا ہمیں۔''

''ارے واہ دھوکہ کیوں، وہ تو ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا تا کہ تو خرم کے ساتھ اکیلے آ سکے۔'' سلمیٰ نے

ساری بات سچ بتائی جس پر روشنی پہلے منہ کھولے اسے دیکھنے لگی پھر اپنے پاس پڑے تکیے سے ان دونوں کی خوب مرمت کرنے لگی۔

شام کی چمکتی دھوپ میں وہ لان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا جو کچھ دیر پہلے اسے حرا دے کر گئی تھی۔ آج اس نے حرا سے کوئی بات نہ کی تھی نہ ہی اس کی طبیعت کے بارے میں خیریت دریافت کی تھی۔ ورنہ جب بھی وہ اس کے سامنے آتی وہ اس کا حال ضرور پوچھا۔ اس سے چھوٹی موٹی باتیں ضرور کرتا لیکن آج وہ اس سے یکسر بیگانہ ہو گیا تھا۔ مکمل طور پر اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ حرا اس کے لیے صرف ایک کزن کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس نے کبھی اس کے بارے میں کسی اور انداز سے نہ سوچا تھا۔ اس کے دل میں حرا کے لیے کوئی نرم جذبے نہ پنپے تھے بلکہ اس کے ایوانِ دل پر صرف ایک ہی کی شبیہہ اتری تھی۔ جسے ملک رهبان شاہ نے بڑی مشکلوں سے تلاش کیا تھا اور اب وہ اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی فی الحال اس کا تذکرہ گھر میں کسی سے نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو اچھی طرح جانتا تھا کسی کو بھی یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ حرا کی حق تلفی ہو۔ اس کی سوچیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔ دن بدن ٹینشن کا شکار رہنے لگا تھا۔ اسی رو میں ملک رهبان شاہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ زور سے دائیں جانب بنی دیوار پہ دے مارا۔ اس شور سے گیٹ پر کھڑا اس کا گارڈ دوڑا دوڑا اس کے پاس چلا آیا۔ وہ گارڈ بھی دیکھ رہا تھا کہ چھوٹے ملک کافی پریشان ہیں اس لیے اس نے ملک رهبان شاہ کو اپنے ساتھ میلے میں چلنے کی آفر کی تاکہ اتنی رنگ برنگیاں، خوشیاں دیکھ کر وہ کچھ فریش ہو سکیں جو کہ ملک رهبان شاہ نے بلا چوں چرا مان لی۔ اصل میں وہ اس وقت اس حویلی سے بھاگنا چاہتا تھا۔ ابھی لندن جانے میں بھی اس کو ایک مہینہ درکار تھا۔

"ہائے اللہ کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں ناں یہ چوڑیاں، دیکھ روشنی۔" صالحہ نے روشنی کو چوڑیوں کے ٹھیلے پر کھڑا کر دیا جہاں ہر رنگ کی چوڑیاں لشکارے مار رہی تھیں۔

"ہاں واقعی......" اس نے لال اور ہری چوڑی پر ہاتھ پھیرا۔

"تو تم لوگوں کو چوڑیاں پہننی ہیں۔" خرم بھی ان کے پاس چلا آیا۔ سلمیٰ اور صالحہ نے گردن اثبات میں ہلائی تو وہ مسکرا دیا۔

"یاران کے پاس چلا آیا۔ سلمیٰ اور صالحہ نے گردن اثبات میں ہلائی تو وہ مسکرا دیا۔

"یاران دونوں کی پسند کی چوڑیاں دے دو۔" خرم نے ٹھیلے والے سے کہا۔

"اور روشنی......" صالحہ کو اس کی فکر لگی۔

"اس کی فکر چھوڑو اس کو میں اپنے ہاتھ سے پہناؤں گا کیوں روشنی پہنے گی میرے ہاتھ سے۔" خرم نے جھک کر روشنی کے کان میں دھیرے سے سرگوشی کی جس پر اسے ڈھیروں شرم نے آگھیرا جبکہ وہ دونوں خرم کو روشنی کی کلائی میں رنگ برنگی چوڑیاں پہناتے دیکھ کر کھی کھی کرنے لگیں۔